مولانا ابوالکلام آزاد کا

''الہلال''

عبدالرشید عراقی

مولانا ابوالکلام آزاد نے ۱۳ جولائی ۱۹۱۲ء کو کلکتہ سے ہفت روزہ الہلال جاری کیا۔ الہلال سے پہلے ہندوستان میں کئی علمی، ادبی اور برطانوی سامراج سے ٹکر لینے والے اخبار شائع ہو رہے تھے۔ مثلاً شیخ عبدالقادر کا ماہنامہ ''مخزن'' عبدالحلیم شرر کا ''دلگداز'' مولوی وحید الدین سلیم کا ''مسلم گزٹ'' نیاز فتح پوری کا ''نگار'' حسرت موہانی کا ''اردو معلی'' عبدالماجد دریابادی کا ''سچ'' ''نصر الملک کا ''الناظر'' مولانا محمد علی جوہر کا ''ہمدرد'' اور مولانا ظفر علی خاں کا ''زمیندار'' اور یہ سب رسائل و اخبارات اساطین علم و ادب اور اردو صحافت کی آبرو شمار ہوتے تھے۔

جب مولانا ابوالکلام آزاد نے ''الہلال'' جاری کیا تو اس وقت ہندوستان کی حکمت عملی، ادبی، معاشی اور سیاسی حالت کیا تھی۔ اور ملک کن مراحل سے گزر رہا تھا اس کے متعلق نیاز فتح پوری اپنے ایک مقالہ میں لکھتے ہیں کہ:

جس وقت الہلال جاری ہوا۔ اس وقت ہندوستان ذہنی اضطراب کے بڑے نازک دور سے گزر رہا تھا اور روئے زمین کی دوسری قوموں میں بھی سخت انتشار پیدا تھا۔ ملوکیت کہیں دم توڑ چکی تھی اور کہیں سنبھالے جا رہی تھی۔ استقراطیت اور استعمادیت اپنے بقاء و تحفظ کیلئے فاخن چنگال کی پوری قوت صرف کر رہی تھی۔ ڈیموکریسی کی مدعی حکومتوں کے چہرے بے نقاب ہوتے جا رہے تھے اور قومی آزادی خودداری کا احساس بڑے آزمائشی دور سے گزر رہا تھا۔ برطانوی مستعمرات کا طنطنہ ختم تو نہ ہوا تھا لیکن اس سورج کو گہن لگنا شروع ہو گیا تھا اور وہ اپنے بقاء و تحفظ کے لئے آستین چڑھائے ہوئے ہر انسانیت شکن اقدام پر آمادہ تھا۔

ہندوستان میں کانگریس آزادی کا بیج بو چکی تھی۔ اس کے کلے پھوٹ چکے تھے لیکن انگریز یہ طے کر چکا تھا کہ وہ اس پودے کو کبھی بھی بہار آور نہ ہونے دے گا۔ اور جماعتی تفریق پیدا کر کے ملک کی نوعیت کو دو متضاد حصوں میں تقسیم کر دینا چاہتا تھا۔ مسلم لیگ وجود میں آ چکی تھی لیکن مسلمانوں کی ذہنیت رمشار ہندوؤں سے مختلف تھی ان کے سامنے ملکی مسائل ثانوی حیثیت رکھتے تھے۔ ان کی نگاہیں ترکی بلقان و طرابلس پر لگی ہوئی تھیں۔ اور سرسید کی تعلیمات نے جو وقار انگریزوں کا مسلمانوں کے دلوں میں پیدا کر دیا تھا۔ وہ بڑی حد تک اپنی جگہ پر قائم تھا۔

ہر چند مسلمانوں میں ایک ایسی جماعت بھی تھی جو انگریزوں سے منحرف ہو چکی تھی لیکن یہ انحراف و اختلاف داخلی نہ تھا۔ خارجی تھا۔ فاعلی نہ تھا۔ انفعالی تھا۔ وطن سے اس کا تعلق نہ تھا بلکہ مذہب و مذہبیت سے تھا۔ ملکی سیاست سے نہیں، بلکہ ترکی کے انقلاب، بلقان و طرابلس کی تباہیوں اور مذہبی لامرکزیت کے احساس سے تھا اس لئے ٹھیک اس وقت جب کہ کانگرس اجتماعی تحریک آزادی کی بنیادیں استوار کر رہی تھی مسلمان صرف چند نفوس کو چھوڑ کر سب کے سب بیرون ہند کے مسائل میں سلجھے ہوئے تھے جن کا تعلق زیادہ بان اسلامزم کی تحریک سے تھا۔ (آج کل دہلی، ابوالکلام نمبر اگست ۱۹۵۸ء)

الہلال اردو صحافت میں مختلف حیثیتوں سے اردو صحافت میں ایک نیا باب تھا۔ اور یہ اخبار صحیح معنوں میں ہماری سیاسی، صحافتی اور ادبی تاریخ میں ایک سنگ میل ثابت ہوا۔ الہلال عصری صحافت میں محض ایک اور اخبار کا اضافہ نہ تھا۔ بلکہ درحقیقت ایک مستقل تحریک تھا۔ جس نے طوفان حوادث میں اسلامیان عالم اور بالخصوص ہندوستانی مسلمانوں کی ناخدائی کا فریضہ انجام دیا۔

الہلال کے معاصرین میں اس وقت ہندوستان میں دو قابل ذکر اخبار عروج پر تھے۔ ایک مولوی وحید الدین سلیم کا ''مسلم گزٹ'' اور دوسرا مولانا ظفر علی خاں کا زمیندار، مسلم گزٹ کا رجحان زیادہ تر قوم پرستی اور ملکی آزادی کی جانب تھا اور زمیندار کو اپنے عہد میں بے انداز مقبولیت حاصل تھی۔ تاہم اس کی توجہ کا مرکز ترکی تھا اور اس کا عظیم مقصد شہدائے بلقان کے پسماندگان کے لئے چندے کی فراہمی تھا۔

یہ تھا وہ ماحول یہ تھے وہ حالات، یہ تھی مسلمانوں کی عام ذہنیت، جب مولانا ابوالکلام آزاد نے الہلال جاری کیا۔

الہلال محض ایک اخبار نہیں، دراصل ایک صور قیادت تھا جس نے مردہ دلوں میں ایک جان ڈال دی جو شعلہ سرد ہو رہا تھا اس کو گرم کر دیا۔ مولانا ابوالکلام آزاد نے الہلال کے ذریعہ نعرہ حق بلند کیا اور جرأت، حق گوئی و بیباکی کی وہ مثال قائم کی جس کی مثال مسلمانوں کی صحافتی تاریخ میں نہیں ملتی۔ الہلال نے مسلمانوں کے متعلقات میں ایک عظیم انقلاب برپا کرنے میں نمایاں کردار ادا کیا۔

﴿ شیخ الہند مولانا محمود الحسن نے فرمایا: ﴾

ہم سب اصلی کام بھولے ہوئے تھے الہلال نے یاد دلایا۔

﴿ مولانا محمد علی جوہر فرماتے ہیں کہ:﴾
میں لیڈری ابوالکلام کی نثر اور اقبال کی شاعری سے سیکھی۔

﴿ مولانا شوکت علی فرمایا کرتے تھے کہ:﴾
ابوالکلام آزاد نے ہم کو ایمان کا راستہ بتلایا۔

﴿ اکبر الہ آبادی نے الہلال کے مضامین سے متاثر ہو کر لکھا تھا﴾۔

فروغ حق کو نہ ہو گا زوال دنیا میں
ہمیشہ بدر رہے گا ہلال دنیا میں

﴿علامہ سید سلیمان ندوی نے ماہنامہ معارف اعظم گڑھ (اکتوبر ۱۹۳۲ء) میں لکھا تھا:﴾

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ نوجوان مسلمانوں میں قرآن پاک کا ذوق مولانا ابوالکلام آزاد کے ''الہلال'' اور ''البلاغ'' نے پیدا کیا۔ اور جس اسلوب بلاغت، کمال انشاپردازی اور زور تحریر کے ساتھ انہوں نے انگریزوں خواں نوجوانوں کے سامنے قرآن پاک کی آیتوں کو پیش کیا اس نے ان کے لئے ایمان ویقین کے نئے دروازے کھول دیئے اور ان کے دلوں میں قرآن پاک کے معانی و مطالب کی بلندی اور وسعت کو پوری طرح نمایاں کر دیا۔

الہلال نے نہ صرف ہندوستانی مسلمانوں کی ہر میدان میں رہنمائی کی بلکہ عالم اسلام کو بھی خواب غفلت سے جگایا۔

﴿بیگم ڈاکٹر سید عبد اللہ اپنے ایک مضمون میں لکھتی ہیں کہ:﴾

یہ اخبار مسلمانون ہند کی انقلابی سیاست کا آئینہ دار تھا۔ مسلمانوں سے تعلق رکھنے والے ملکی اور بین الاقوامی امور کی آزاد ترجمانی کر شرف اس کو حاصل تھا۔ چنانچہ ترکی جدید انقلابات، طرابلس اور بلاقان کی لڑائیوں کے واقعات اور پھر جنگ عظیم میں ترکی کا حکمت عملی کے متعلق الہلال میں طویل بحثیں موجود ہیں۔

اسی طرح ملکی سیاست میں مسلم لیگ اور کانگرس کے جھگڑے، حقوق ومراعات کے تھے اور انگریزوں کی ''پھوٹ ڈالو اور حکومت کرو'' کی تشریحیں بھی الہلال کے اوراق میں پھیلی ہوئی ہیں۔ تعلیمی معاملات میں ندوہ اور علی گڑھ کی سرگرمیاں اور ان میں سرکار پرستوں کی وسیلہ کاریاں بھی الہلال نے اچھی طرح کھول کر واضح کی ہیں۔ (ابوالکلام آزاد مرتبہ عبداللہ بٹ ص ۹۲)

﴿پنڈت جواہر لال نہرو نے اپنی کتاب'' ڈسکوری آف انڈیا'' میں لکھا ہے کہ:﴾

مولانا ابوالکلام آزاد نے اپنے ہفتہ وار الہلال میں مسلمانوں کو ایک نئی زبان میں مخاطب کیا۔ یہ ایک ایسا انداز تخاطب تھا جس سے ہندوستانی مسلمان آشنا نہ تھے۔ وہ علی گڑھ کی قیادت کے محتاط لہجہ سے واقف تھے اور سرسید، محسن الملک، نذیر احمد اور حالی کے انداز بیان کے علاوہ ہوا کا کوئی اور گرم جھونکا ان تک پہنچا ہی نہ تھا۔ الہلال مسلمانوں کے کسی مکتب خیال سے متفق نہ تھا وہ ایک نئی دعوت اپنی قوم اور اپنے ہم وطنوں کو دے رہا تھا۔

﴿قاضی عبد الغفار اپنی کتاب ''آثار ابوالکلام'' میں لکھتے ہیں کہ:﴾

''الہلال'' میں مولانا ابوالکلام آزاد کے پیام کی مذہبی نوعیت ایسی تھی کہ وہ عوام کے قلوب میں زیادہ گہرائی تک گہرائی جگہ پاتی تھی۔ اس لئے الہلال نے اپنی مختصر زندگی میں عوامی افکار کے ایسے نقشے بنا دیئے تھے جو نہ صرف اخلاقی بلکہ سیاسی اہمیت رکھتے تھے اور اسی لئے تعلیم یافتہ گروہ سے زیادہ مسلما عوام کے لئے دل پزیر تھے۔ الہلال کے بعض صفحات پر بعض بہت اہم قومی اور مذہبی مسائل زیر بحث آتے رہے۔ جنہوں نے ملت اسلامی کے ذہنی نقشوں کو بالکل بدل دیا۔ اس انقلاب میں بلاشبہ بڑا حصہ مولانا ابوالکلام آزاد کے زور قلم اور اسلوب بیان کا بھی تھا (صفحہ ۴۳، ۴۴)

ہندوستانی مسلمانوں کو خواب غفلت سے جگانے کے لئے مولانا محمد علیؒ، علامہ اقبال اور مولانا ابوالکلام آزاد نے جو تحریری وتقریری خدمات انجام دیں۔ اس کی مثال برصغیر کی تاریخ میں مشکل ہی سے ملے گی۔

﴿ڈاکٹر عابد حسین اپنے ایک مضمون میں لکھتے ہیں کہ:﴾

اس صدی کے شروع میں ہندوستان کے مسلمانوں کو خواب غفلت سے جگانے اور ان کے مردہ دلوں میں زندگی کی روح پھونکنے کیلئے تین آوازیں بلند ہوئیں۔ ایک اقبال کی بانگ درا، ایک محمد علی کا نعرہ تکبیر، ایک ابوالکلام پر ''حریت''، ممکن ہے کہ لفظوں کے پرستاروں کو ان تینوں کے پیغاموں میں فرق معلوم ہوتا ہے مگر معنی کے محرم تینوں کی زبانوں سے ایک ہی بات سنتے اور اس کا ایک ہی مطلب سمجھتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ'' دین کی کنجی سے دروازہ کھولو۔ اسلام کے اسم اعظم سے آفاق کی تسخیر کرو''

الہلال ہندوستان کے مسلمانوں کی مذہبی، ذہنی اور سیاسی زندگی کا نقیب تھا۔ مگر اس کا اہم ترین حصہ دینی تھا۔ اور مولانا آزاد ہمیشہ اس پر اصرار کرتے تھے کہ الہلال خالص دینی پرچہ ہے سیاسی ہرگز نہیں اور جب مولانا نے الہلال جاری کیا تو مولانا نے اس کی کئی بار وضاحت کی کہ الہلال ایک اہم دعوت لے کر اٹھا ہے محض اخبار نکالنے کی خاطر اخبار نہیں نکالا گیا۔ اور وہ دعوت ایک دینی دعوت ہے اور اسکی شہادت آپ کو الہلال کے مطالعہ سے ملے گی۔ اس علامہ سید سلیمان ندوی، مولانا عبد السلام ندوی، مولانا عبد الرزاق ملیح آبادی اور خود مولانا ابوالکلام آزاد کے قلم سے اسلامی موضوعات پر مقالات ہمارے لئے سرمایہ صد افتخار ہیں۔

دینی حیثیت سے الہلال کا اہم ترین کارنامہ قرآن مجید کی دل نشیں تفہیم اور تفسیر تھی مولانا ابوالکلام آزاد

نے الہلال کے ذریعہ ہندوستانی مسلمانوں کو قرآن مجید کی تعلیم حاصل کرنے اور اس کی تعلیمات پر عمل پیرا ہونے کی تلقین کی۔ جیسا کہ مولانا لکھتے ہیں کہ:

''الہلال کا مقصد اصلی اس کے سوا اور کچھ نہیں کہ وہ مسلمانوں کو ان کے تمام اعمال و متعلقات میں صرف کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ پر عمل کرنے کی دعوت دیتا ہے اور خواہ تعلیمی مسائل ہوں یا خواہ تمدنی، سیاسی ہوں، خواہ اور کچھ وہ ہر جگہ مسلمانوں کو صرف مسلمان دیکھنا چاہتا ہے اس کی صدا صرف یہی ہے کہ تعالوا الیٰ کلمة سواء بیننا و بینکم اس کتاب کی طرف آؤ جو ہم اور تم دونوں میں مشترک ہے اور جس سے اعتقاد کسی کو انکار نہیں'' (الہلال ۸ ستمبر ۱۹۱۲ء)

اور اس کے بعد واضح الفاظ میں بتایا کہ:

''ہمارا عقیدہ ہے کہ جو مسلمان اپنے کسی عمل و اعتقاد کیلئے بھی قرآن کے سوا کسی دوسری جماعت یا تعلیم کو اپنا رہنما بنائے وہ مسلم نہیں بلکہ شرک فی الصفات اللہ کی طرح شرک فی صفات القرآن کا مجرم ہے۔ اور اس لئے مشرک ہے'' (الہلال ۸ ستمبر ۱۹۱۲ء)

اور اس کے بعد مولانا نے اس کی وضاحت فرمائی ہے کہ اس وقت مسلمانوں پر جو مصیبتیں آ رہی ہیں وہ صرف اس وجہ سے ہیں کہ انہوں نے قرآن مجید کو چھوڑ دیا ہے۔ لکھتے ہیں کہ:

''مسلمانوں کی ساری مصیبتیں صرف اسی غفلت کا نتیجہ ہیں کہ انہوں نے قرآن پاک کو چھوڑ دیا اور وہ سمجھنے لگے کہ صرف روزہ و نماز کے مسائل کے لئے اس کی طرف نظر اٹھانے کی ضرورت ہے ورنہ تعلیمی، تمدنی اور سیاسی اعمال سے کیا سروکار، اسی خیال نے ان کو قرآن سے دور کیا اور جس قدر قرآن سے دور ہوتے گئے اتنا ہی تمام دنیا ان سے دور ہوتی گئی۔ اور جس راہ میں قدم اٹھایا گمراہی کی ظلمت سے دوچار ہوئے'' (الہلال ۸ ستمبر ۱۹۱۲ء)

مولانا ابوالکلام آزاد نے مسلمانوں کے عروج اور ترقی کی وجہ یہ بتائی ہے کہ جب تک مسلمان قرآن مجید کی تعلیمات و احکامات پر عمل پیرا رہے تو دن بدن ترقی کرتے گئے لکھتے ہیں کہ:

''جب تک قرآن حکیم اشاعت اور تبلیغ ان کا قومی عشق رہا اور ان کی تاریخ میں جو کچھ بھی ہے صرف اسی لئے ہے کہ انہوں نے اپنا وطن چھوڑا تو اس کیلئے، عزیز و اقارب سے دور ہوئے تو اسی کی خاطر، مال اور دولت لٹایا تو اسی کی یاد میں، ان کی تلواریں بے نیام ہوئیں تو اسی کی صولت میں، اور ان کی گردنوں سے خون بہا تو اسی کے عشق میں، کیونکہ ان کی قومی زندگی میں جو کچھ ہے سب اللہ کیلئے ہے جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے'' (الہلال فروری ۱۹۱۳ء)

مولانا نے قرآن مجید کو مسلمانوں کے لئے سب سے بڑی سعادت قرار دیا ہے اور اسکی تعلیمات و احکامات پر کاربند ہونے کی بہت زیادہ تلقین کی ہے۔ لکھتے ہیں کہ:

''قرآن پاک دنیا کی سب سے بڑی سعادت ہے جس کے ذریعہ کشور انسانیت کی از سر نو تعمیر ہوئی۔ جس نے نیکیوں کا ایک لشکر ترتیب دیا جس نے صدیوں کی پھیلی ہوئی گمراہیوں کو شکست دی اور قرآنی بندگی اور پرستش کی ایک ایسی بادشاہت قائم کر دی جس کے آگے دنیا کی تمام ماسوا اللہ طاقتیں سرنگوں ہو گئیں'' (الہلال ۱۵ اگست ۱۹۱۲ء)

مولانا ابوالکلامؒ آزاد نثر کے بادشاہ تھے وہ جس چیز پر بھی لکھتے خواہ مذہبی ہو یا علمی ادبی ہو یا تاریخی، قومی ہو یا سیاسی، اس کو ادب و انشاء سے ایسا مرصع و مزین کر دیتے تھے کہ اس کی ہر ہر سطر دلکش و دل پذیر بن جاتی مولانا خود لکھتے ہیں کہ:

''اپنے طرز بیان کا شاکی ہوں۔ کہ اسرار و رموز کی باتیں بھی حسن و عشق کی کہانی بن جاتی ہے'' (الہلال ۸ ستمبر ۱۹۱۲ء)

سید صباح الدین عبدالرحمان سابق مدیر ماہنامہ معارف اعظم گڑھ اپنے ایک مقالہ (الہلال کا مطالعہ) میں مولانا ابوالکلام آزاد کی تحریر کے بارے میں لکھتے ہیں کہ:

''مولانا ابوالکلام آزاد کی تحریریں محض ادب و انشاء کی مرصع کاری ہی نہیں ہوتی بلکہ اس میں اتنا اثر و نفوذ ہوتا تھا کہ دل میں اتر جاتی تھی اور وہ جو کچھ لکھتے اس کی صحیح تسلیم کر لینے کے سوا کوئی چارہ نہیں ہوتا ان کو قلم پر اتنی قدرت تھی کہ جس طرف بھی وہ چاہتے تھے اس کی باگ موڑ دیتے تھے اور ہر میدان میں ان کا اشہب قلم یکساں جو مدنی لکھا تا تھا۔ اسی لئے انکی تحریر جلوہ صد رنگ سے معمور نظر آتی ہے اس میں ہر کا دمی و رعنائی بھی جلال و جمال بھی سنگینی اور رنگینی بھی، باشکوہ و عظمت بھی اور کیف و اثر بھی'' (معارف اکتوبر ۱۹۵۸ء)

﴿مولانا حسرت موہانی نے بالکل صحیح فرمایا تھا:﴾

جب سے دیکھی ابو الکلام کی نثر
نظم حسرت میں بھی مزا نہ رہا

الہلال کو جو مقبولیت و شہرت حاصل ہوئی۔ اسکی مثال ہی صحافت کی تاریخ میں خال خال ہی مل سکتی ہے حکومت وقت الہلال کی آتش نوائی اور برق آسائی کا زیادہ عرصہ تک تحمل نہیں کر سکی۔ اور صرف تین سال جاری رہ کر اس کا رشتہ حیات منقطع ہو گیا۔ (الہلال کا آخری شمارہ ۱۶ نومبر ۱۹۱۴ء کو شائع ہوا)

اس مختصر مدت میں وہ اردو ادب کا ایک تاج محل بنا کر چھوڑ گیا جس کے اندر شالامار کی شادابی بھی ہے اور شیش محل کی نفاست بھی اور جہاں سے کبھی کبھی نغمہ ناہید بھی سنائی دیتا ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆